© rasailojarald.com

انٹرویو: مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدنی
ترتیب: محمد اسلم صدیق

نمائندہ روزنامہ 'انصاف' لاہور
(جناب: سیف اللہ خالد)

حدود آرڈیننس کو حدود اللہ کیسے بنایا جائے؟

انصاف: حدود اللہ اور حدود آرڈیننس میں آپ کیا فرق سمجھتے ہیں؟

مولانا مدنی: حدود اللہ سے مراد وہ سزائیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے خود مقرر فرمائی ہیں تاکہ معاشرے سے بدکاری اور بے حیائی ختم ہو اور لوگ امن و امان اور عزت سے زندگی گزار سکیں۔ اللہ تعالیٰ کل انسانیت کے خالق ہیں اور اللہ کو ہی بہتر علم ہے کہ انسانی معاشرے کو بگاڑ سے بچانے کا طریق کار کیا ہے؟ وہ علاج اللہ نے کتاب وسنت کی شکل میں ہمیں دیا ہے جس میں حدود اللہ بھی شامل ہیں۔ جبکہ حدود آرڈیننس وہ قانون ہے جو بعض قانون سازوں نے قرآن وسنت کی روشنی میں علماے کرام اور دانش وروں کی مدد سے، اس مقصد کے پیش نظر بنایا ہے کہ سماج دشمن عناصر پر حدود اللہ کو نافذ کیا جاسکے۔

انصاف: حدود اللہ کے نفاذ کا درست طریقہ کیا ہے؟

مولانا مدنی: حدود اللہ کے نفاذ کا مطلب یہ ہے کہ وحی الٰہی (کتاب وسنت) کی بیان کردہ سزاؤں کو جرم کا ارتکاب کرنے والوں پر نافذ کردیا جائے جس کا درست طریقہ یہ ہے کہ جب حدود کا کوئی مقدمہ عدالت میں پیش ہو تو جج وحی کی روشنی میں اجتہاد کرتے ہوئے فیصلہ صادر کرے۔ چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُوْلٰـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ...... وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُوْلٰـئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ...... وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُوْلٰـئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ (سورۃ المائدۃ: ۴۴، ۴۵، ۴۷)

''جو لوگ ما أنزل اللہ کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ ظالم...... کافر...... فاسق ہیں۔''

مسلمانوں کی چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں شریعت کے نفاذ کا یہی طریقہ رہا ہے کہ جج

www.KitaboSunnat.com

ہمیشہ کتاب وسنت کی نصوص کی پابندی کرتے ہوئے ائمہ فقہا کی تشریحات و اجتہادات کی روشنی میں پیش آمدہ مقدمات کے فیصلے کرتے ہیں۔ آج بھی سعودی عرب اور خلیجی ممالک میں حدود اللہ کو اسی انداز سے نافذ کیا جاتا ہے کہ فوجداری جرائم کے فیصلے کتاب وسنت کو سامنے رکھ کر ہوتے ہیں۔ اس لئے وہاں کوئی بھی حدود اللہ کو نافذ ہونے کے خلاف آواز نہیں اُٹھاتا بلکہ لوگ سزا کو اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھ کر بطیبِ خاطر قبول کرتے ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حد کے نفاذ کو گناہوں کا کفارہ قرار دیا ہے۔

شاہ فیصلؒ کے دور میں جب سعودی عرب میں بڑی شدومد سے بعض عرب دانش وروں کی طرف سے یہ تحریک چل رہی تھی کہ جدید انداز میں شریعت کی پہلے تقنین (قانون سازی) ہونی چاہئے پھر ججوں کو اس کا پابند بنا دینا چاہئے کہ وہ اس Legislation کے مطابق فیصلے کریں تو مفتی اکبر شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ اور ان کے شاگردِ رشید شیخ عبدالعزیز بن باز (جو بعد میں سعودی عرب کے مفتی اعظم بنے) نے قرآنِ کریم کی اسی مذکورہ بالا آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ما أنزل اللہ کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے، کیا ہمارا شریعت کی دفعہ وار قانون سازی کرنا ما أنزل اللہ قرار پاسکتا ہے؟ قطعاً نہیں، کیونکہ اہل علم کا اجتہاد، قدیم یا جدید فقہ تو ہوسکتا ہے، لیکن اس اجتہاد کو ما أنزل اللہ نہیں کہا جاسکتا۔

یہی بات وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس جناب گل محمدؒ نے اس وقت کہی تھی جب اعلیٰ سطح کے ایک عدالتی وفد نے اس وقت کے صدرِ مملکت جناب غلام اسحق خان سے سفارش کی کہ ججوں کو پاکستان میں کتاب وسنت کی بہتر سے بہتر ٹریننگ دینے کے انتظامات کئے جائیں اور اُنہیں مزید اعلیٰ تربیت کے لئے اسلامی ممالک میں بھیجا جائے تاکہ وہ عملاً وہاں حدود اللہ کے نفاذ کا مشاہدہ بھی کرسکیں۔ میں بھی اس وفد میں شامل تھا۔ جناب غلام اسحق خان نے اس بات کو نظر انداز کرتے ہوئے شریعت کی متفقہ دفعہ وار قانون سازی پر زور دیا تو جناب جسٹس گل محمد خان نے جو جواب دیا، وہ واقعی حدود اللہ کے نفاذ کا صحیح حل تھا۔ اُنہوں نے فرمایا: ''شریعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے (کتاب وسنت کی صورت میں) بہترین طریقہ پر

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

بیان کردی گئی ہے، اب کیا ہم اپنے الفاظ میں اس سے بہتر کوئی تعبیر پیش کرسکتے ہیں۔'' یہ سن کر غلام اسحٰق خان خاموش ہوگئے۔

انصاف: کیا ہمارے مروّجہ قانونی نظام اور عدالتوں کے لئے یہ تصور اجنبی نہیں، اس پر عمل کس طرح ہوگا؟

مولانا مدنی: یہ تصور پاکستانی قانون میں بالکل نیا نہیں، ہماری اعلیٰ عدالتوں (Superior Courts) کے بعض فیصلے ایسے موجود ہیں جن میں یہ صراحت کی گئی ہے کہ کتاب وسنت اپنی معروف شکل میں ہی نافذ ہیں اور اگر کوئی متبادل قانون وضع نہیں ہوتا تو کتاب وسنت کا اسی طرح نفاذ ہوگا۔مثال کے طور پر میں آپ کے سامنے ۱۹۹۱ء میں سپریم کورٹ (شریعت بنچ) کا ایک فیصلہ ذکر کرتا ہوں۔ ہوا یوں کہ فیڈرل شریعت کورٹ نے ۱۹۸۰ء میں قصاص ودیت کے متعلق تعزیراتِ پاکستان اور ضابطہ فوجداری کی ۵۶ دفعات کو قرآن وسنت کے منافی قرار دے رکھا تھا جو حکومت کی طرف سے فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کرنے کی بنا پر عملاً معطل تھا۔ جب ۱۹۹۰ء میں سپریم کورٹ نے فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلہ کی توثیق کرتے ہوئے حکومت کو ۹ ماہ کے اندر اندر نیا قانون لانے کا پابند کردیا تو بینظیر حکومت نے لیت ولعل شروع کردی اور ۲۳/ مارچ ۱۹۹۱ء کو ۹ ماہ کی مدت گزر جانے کے باوجود حکومت کا تقاضا تھا کہ اس کی مدت میں غیر معینہ توسیع کردی جائے۔ اسی دوران ۲/اگست ۱۹۹۱ء کو بے نظیر حکومت ختم ہوکر عبوری حکومت قائم ہوگئی۔ اس وقت سپریم کورٹ (شریعت بنچ) کے سربراہ جسٹس افضل ظلہ تھے۔اب نئی حکومت نے تبدیلی حکومت کا بہانہ بنا کر جب مزید تاریخوں کا مطالبہ کیا تو سپریم کورٹ کے اس فل بنچ نے کہا کہ اب بہت ہوچکا، دس سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے، ہم غیر محدود مہلت دینے کے متحمل نہیں۔ چنانچہ آخری حتمی تاریخ اب ۱۲/ ربیع الاول مقرر ہے۔اس دوران حکومت کو چاہئے کہ مذکورہ ۵۶ دفعات کی بجائے قصاص ودیت کا متبادل قانون پیش کرے اور ساتھ یہ وضاحت بھی کردی کہ اگر اس تاریخ تک متبادل قانون نہ لایا گیا تو پھر قرآن وسنت جیسا کچھ بھی ہے، وہی نافذ سمجھا جائے گا اور جج قرآن وسنت کے احکامات کی روشنی میں ہی فیصلے کریں گے۔اس پر حکومت کے پاس قانون کا جیسا کچھ ڈرافٹ تیار تھا، اسے ہی لاگو کردیا گیا۔ لیکن اس ڈرافٹ قانون کی

کمزوریوں کے علاج کی غرض سے ایک اہم دفعہ قصاص و دیت آرڈیننس میں یہ رکھی گئی جس سے اس قانون کے اَسقام کا علاج اور اصلاح ممکن ہے۔ یہ دفعہ ۳۳۸/ایف ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس قانون میں اگر ہمیں کوئی ضمنی مسئلہ درپیش ہو یا کوئی پہلو تشنہ معلوم ہو یا کوئی نکتہ قابل اصلاح ہوتو قرآن وسنت کی روشنی میں اسے حل کیا جائے گا۔

بعد میں لاہور ہائی کورٹ کے بعض ججوں نے اس دفعہ کی روشنی میں کئی اہم فیصلے صادر بھی کئے۔ مثلاً لاہور ہائی کورٹ کے فل بنچ ...... جو تین ججوں جسٹس سردار محمد ڈوگر، جسٹس خلیل الرحمٰن خان اور جسٹس خلیل الرحمٰن رمدے پر مشتمل تھا...... کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا کہ اگر مقتول کے ورثا صلح کرکے قصاص معاف کردیں تو کیا اس کے باوجود بھی قاتل کو کوئی تعزیری سزا دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ تو اُنہوں نے یہ فیصلہ دیا کہ قرآن وسنت کی رو سے کسی مزید جرم کے بغیر کوئی تعزیری سزا نہیں دی جانی چاہئے۔ چونکہ ہائی کورٹ خود کوئی قانون سازی یا ترمیم نہیں کرسکتا لہٰذا اُنہوں نے اپنے اس آبزرویشن کو پارلیمنٹ بھیجنے کی سفارش کی کہ اس کے مطابق قانون سازی کی جائے۔

ایسے ہی قصاص و دیت آرڈیننس کے حوالے سے یہ نکتہ پیش آیا کہ اس قانون کی رو سے مقتول کا کوئی بھی وارث قاتل کا قصاص معاف کرسکتا ہے، خواہ بیوی ہو یا خاوند تھا۔ بعض دفعہ ایسے بھی ہوتا ہے کہ عورت کا آشنا اس کے خاوند کو قتل کردیتا ہے۔ پھر وہ عورت ہی اپنے شوہر کی وارث ہونے کے ناطے اپنے آشنا (قاتل) کو معاف کردیتی ہے تو صورتِ حال پیچیدہ ہوجاتی ہے۔ ہمارے ملک میں آشنائی کے ایسے کئی واقعات بھی ہوئے۔ ایسی صورتحال میں ہائی کورٹ نے اسی دفعہ ۳۳۸/ایف کے تحت یہ سفارش کی کہ یہ بات شریعت کے منافی ہے لہٰذا امام مالکؒ کی رائے کے مطابق میاں بیوی کو آپس میں معافی کا اختیار نہیں ہونا چاہئے، بلکہ معافی کا اختیار مقتول کے صرف ان اولیاء (خاندانی ذمہ داروں) کو حاصل ہے جو خاندان میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ رشتہ دار وہ ہیں جنہیں علم وراثت کی اصطلاح میں 'عصبہ' کہا جاتا ہے مثلاً بھائی، بیٹا، باپ، دادا وغیرہ۔ خاوند بیوی چونکہ آپس میں عصبہ نہیں ہوتے اور ایک کی وفات کی صورت میں زوجین کا باہمی تعلق کئی اعتبار سے منقطع ہوجاتا ہے لہٰذا

www.KitaboSunnat.com

وہ دونوں ایک دوسرے کا قتل معاف نہیں کرسکتے۔

آپ کو یہ ساری تفصیل بتانے کا مقصد یہ ہے کہ ہم حدود آرڈیننس کے سلسلہ میں بالکل غلط راہ پر چلے جارہے ہیں۔ ہمارے سوالوں اور اعتراضات کی بنیاد ہی غلط ہے جس کے پس پردہ شرعی حدود کو ختم کرنے کی سازش ہورہی ہے۔ چنانچہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ایک غلط سوال تیار کیا گیا کہ کیا حدود آرڈیننس خدائی قانون ہے؟ یعنی حدود آرڈیننس حدود اللہ نہیں ہیں؟ ٹیلیویژن والوں نے تمام جواب دینے والوں کو اس کا پابند کیا کہ وہ صرف چند جملوں میں اس کا جواب دیں۔ حالانکہ سوال یہ ہونا چاہئے تھا کہ ''حدود آرڈیننس کو حدود اللہ کیسے بنایا جائے؟'' کیونکہ ہماری زبان میں بیان کردہ حدود آرڈیننس اللہ نے آسمان سے نازل نہیں کیا بلکہ وہ ہماری طرف سے شریعت کی تعبیر ہے جو قرآن وسنت کی روشنی میں اس وقت کے ماہرین قانون نے تیار کی تھی۔

چنانچہ جب 'جیو' نے مجھ سے یہ سوال کیا تو میں نے کہا: ''ہاں حدود آرڈیننس بعینہٖ حدود اللہ تو نہیں لیکن ان کو حدود اللہ بنایا جاسکتا ہے، اور وہ اس طرح کہ شریعت کو وحی (قرآن وسنت) کے الفاظ میں نافذ سمجھا جائے اور پھر پارلیمنٹ کو جس کی اکثریت شریعت سے نابلد ہونے کی بنا پر اجتہاد کی اہل نہیں، اس کو اجتہاد کا اختیار دینے کی بجائے عدلیہ جو قرآن وسنت کے ماہرین[1] پر مشتمل ہو، کو اجتہاد کا اختیار دے دیا جائے۔ جب مسئلہ پیش آئے تو عدلیہ حدود آرڈیننس کے ساتھ ساتھ کتاب وسنت کو بھی سامنے رکھے اور معاصر اہل علم کی تشریحات کے علاوہ علما کے قدیم اور جدید فقہی ذخیرے اور فتویٰ جات سے بھی استفادہ کرے اور اسلام کے نام پر کئے جانے والے چودہ سو سالہ عدالتی فیصلہ جات سے بھی رہنمائی لے۔ پھر واقعاتی

(۱) کہا جاسکتا ہے کہ ہماری عدلیہ کے اکثر ارکان بھی شریعت کے ماہر نہیں ہیں، وہ اجتہاد کیسے کریں گے؟ اگرچہ اس کا صحیح حل تو ماہرین کی تیاری ہی ہے لیکن عبوری دور میں یوں کام چلایا جاسکتا ہے کہ جج حضرات کے ساتھ علماء یا بار میں ایسے عالم حضرات تعاون کریں جن کی مدد سے 'جج' اجتہاد کرسکیں۔ جج حضرات بہرصورت 'میرٹ' پر ہی Select ہوتے ہیں۔ آج کل فیڈرل شریعت کورٹ اور سپریم کورٹ (شریعت بنچ) میں اسی طرح کام چلایا جارہا ہے۔ اسی طرح عام اعلیٰ عدلیہ کے ارکان بھی دستور کی اسلامی دفعات کی روشنی میں عرصہ سے فیصلے کرتے چلے آرہے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

© rasaeljaraid.com

صورت حال اور شرعی دلائل کے تناظر میں جو رائے قرآن وسنت کے مطابق سمجھے، اس کے مطابق فیصلہ کردے، کیونکہ جج کسی اور کے اجتہاد کا مقلد نہیں ہوتا بلکہ وہ براہِ راست کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کا پابند ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بیوروکریسی یا پارلیمنٹ کی قانون سازی اور اجتہادات کا ججوں کو مکلّف بنانا ماہرین عدلیہ پر بے اعتمادی کا اظہار ہے۔ ہمارے ملک پاکستان میں حدود آرڈیننس سمیت وہ تمام قوانین جو شریعت کے حوالہ سے نافذ کئے گئے ہیں، ان کے بارے میں یہ مشکل درپیش ہے کہ اُنہیں انسانوں نے اپنی زبان میں تیار کیا ہے، اور پھر ان کا نفاذ ایک خاص طریقے سے ہوتا ہے جس کی وجہ سے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں تبدیلیوں کی ضرورت محسوس ہوتی رہتی ہے جب کہ وحی کے الفاظ جامع ہوتے ہیں اور عالمگیر بھی یعنی ہر دور کے بدلتے تقاضوں اور مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت اپنے اندر رکھتے ہیں۔ میں آپ کے سامنے ایک بہتر تجویز رکھ رہا ہوں جو پوری اسلامی تاریخ میں رائج رہی ہے اور پاکستان میں شریعت کی قانون سازی والی صورتِ حال کو عبوری دور کا تقاضا سمجھتا ہوں کیونکہ وہ قانون جو انسانوں کی تعبیر سے دفعہ وار تقنین کی صورت میں یہاں نافذ ہوگا، اس کے اندر یہ مشکل ہمیشہ پیش آئے گی کہ اس قانون میں وقتاً فوقتاً بہت ساری تبدیلیوں کی ضرورت محسوس ہوتی رہے گی۔ اس لئے میرے نزدیک اصل حل یہ ہے کہ قانون بنانے سے پہلے اجتہاد کی بجائے خود قرآن وسنت کا نفاذ فیصلہ کرنیوالے ججوں کو اجتہاد کے قابل بنانے کا زیادہ اہتمام کیا جائے۔

انصاف: حالیہ بحث میں ایک حل یہ پیش کیا جارہا ہے کہ پہلے چار گواہ موجود ہوں تو حدود کا مقدمہ درج کیا جائے، اس کے بغیر مقدمہ قطعاً درج نہ کیا جائے۔ آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

مولانا مدنی: درحقیقت یہ باتیں ان لوگوں کی طرف سے کہی جارہی ہیں جو دستور، قانون اور اس کے طریق کار سے ناواقف ہیں۔ ہمارے ہاں دستور کا ایک باقاعدہ پروسیجر ہے، پھر اعلیٰ عدالتی فیصلوں کا ایک لمبا پروسیس ہے جس کا ایک مسلمہ قانونی کردار ہے۔ میں ایک عرصہ شریعت کے حوالے سے مروّجہ قوانین اور ضابطہ قانون پڑھاتا رہا ہوں، اس لئے میرے تجربے

© rasailojaraid.com

کے مطابق حدود آرڈیننس میں کوئی ایسا اضافہ نہیں کیا جاسکتا کہ پورے دستور وقانون کا حلیہ ہی بگڑ جائے، کریمنل کوڈ، پروسیجر کوڈ یا پولیس ایکٹ کا تیا پانچا ہوجائے، اس لئے یہ اضافہ اور ترامیم ناقابل عمل ہیں۔

مزید یہ کہ پاکستان میں جرم صرف بدکاری کا ہی تو نہیں ہے، حدود کے ہی چار قانون اور ہیں۔ قصاص ودیت آرڈیننس بھی ہے اور قانونِ شہادت بھی، اسی طرح کے دیگر سنگین جرائم بھی ہیں۔ مثلاً زنا سے بھی زیادہ سنگین جرم توہین رسالت کا ہے اور یہ جرم ایسا ہے کہ اس کے مرتکب کو سزا دینے کے لئے حکومت کی بھی شرط ضروری نہیں۔ دیگر عام جرائم کی سزا صرف حکومت ہی دے سکتی ہے ،لیکن توہین رسالتؐ میں اگر حکومت لیت ولعل کرے تو مسلمان کی غیرت قابل مؤاخذہ نہیں ہے۔ پھر پاکستان میں بغاوت کا جرم بھی کتنا سنگین ہے؟ ایسے جرائم کے لئے گواہوں کو پیشگی ساتھ لانے کا مطالبہ کیوں نہیں کیا جاتا؟ میری رائے یہ ہے کہ اس طرح کا طریق کار اختیار کرنے سے پورا دستور و قانون ایک تماشہ بن جائے گا۔ ہمیں اپنے ملک کے حالات، دستور اور قانون کی روشنی میں بات کرنا چاہیے۔

پاکستان میں دستور و قانون کے ایک بڑے سیٹ اَپ میں سے ایک قانون جرمِ زنا آرڈیننس VII (۱۹۷۹ء) بھی ہے۔ اس سلسلے میں قانونی طریقہ کار سے ناواقف دانشور عوام کے سامنے حدود آرڈیننس کی غلط تشریحات کے ذریعے جو اعتراضات پیش کررہے ہیں اس کا حل یہ نہیں ہے کہ کیس رجسٹر ہونے سے پہلے چار گواہ سامنے موجود ہوں، چاہے وہ عورتیں ہوں یا مرد ہوں یا وہ گواہ کس طرح کے ہوں؟ کیونکہ قانون کی زبان عوام کا مسئلہ نہیں اور نہ قانون کے فیصلے میڈیا پر عوام نے کرنے ہیں۔ قانون کا ماہرانہ مطالعہ کئے بغیر عوام کو کیا معلوم کہ گواہوں کی کیا حیثیت ہے اور گواہی کا انداز کیا ہونا چاہیے اور اس کی شرائط کیا ہیں؟ اس لئے ایسے تمام مسائل کو اخبارات اور ٹی وی کے ذریعے عوام کا موضوع بنانے کی بجائے قصاص ودیت کے قانون کی طرح حدود آرڈیننس کے اوپر چھتری کی طرح ایک دفعہ رکھ دی جائے کہ اس میں جو بھی ضمنی یا نئے مسائل اُٹھیں گے یا اہل فکر و دانش کو اس پر جو بھی اعتراض ہوں گے وہ فیڈرل شریعت کورٹ کے سامنے پیش کریں جو قرآن وسنت کی روشنی میں اجتہاد کے ذریعہ

ان مسائل کا حل تلاش کرے۔ علاوہ ازیں جس طرح میں کہہ چکا ہوں کہ عدلیہ کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ شریعت کی ماہر اور اہلیتِ اجتہاد کی حامل ہو۔ ہمارے ملک میں اس مسئلہ کا فوری حل یہی ہے کہ مذکورہ بالا قانونی دفعہ کے ذریعہ حدود آرڈیننس پر کتاب وسنت کی اتھارٹی قائم کردی جائے، اس کی روشنی میں ایسے جزوی مسائل کا فیصلہ جج کریں۔

گواہان کی تعداد وغیرہ پر اعلیٰ عدلیہ پہلے بھی فیصلے دے چکی ہے کہ اگر حدود کے متعلق شہادت وغیرہ کے سلسلہ میں کوئی ایسے ناگزیر حالات پیدا ہوں تو اس کا فیصلہ عدالت کرسکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج جو لوگ کبھی توہین رسالت پر اور کبھی عورتوں کے حوالے سے ایسے قوانین پر ......جن کی کم از کم روح شرعی ہے...... اعتراض کررہے ہیں تو ان کا مقصد عوام کو پریشان خیالی میں مبتلا کرکے اُنہیں شریعت سے بدظن کرنا اور اینگلوسیکسن لاز اور مغربی تہذیب کا دل دادہ بنانا ہے۔ یہ مذموم مقصد پورا نہیں ہونا چاہئے بلکہ ہمارا قدم کسی قانون کی اصلاح کے ذریعے آگے شریعت کی طرف بڑھنا چاہئے۔

انصاف: کہا یہ جاتا ہے کہ حدود آرڈیننس کے نفاذ کے بعد عورتوں پر ظلم وزیادتی بڑھ گئی؟

مولانا مدنی: اس واویلا کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ دراصل یہ امر معاشرے میں روزافزوں بے حیائی، مغربی تہذیب کی یلغار کا اثر ہے جو عورت کو بظاہر تحفظ دینے اور درحقیقت اسے سربازارِ ننگا اور رسوا کرنے کا علَم لے کر اُٹھی ہے۔ مغرب زدہ لوگوں کو اس بات کی بڑی تکلیف ہے کہ پہلے تعزیراتِ پاکستان میں زنا بالرضا کی کھلی چھٹی تھی لیکن حدود آرڈیننس میں زنا بالرضا کو بھی بدکاری اور ناقابل ضمانت جرم قرار دے دیا گیا ہے۔ پہلے سزا صرف مرد کو ملتی تھی، بدکاری پر کنواری، بیوہ اور مطلقہ عورت کے لئے کوئی سزا نہ تھی بلکہ خاوند بیوی کی رضامندی سے اس سے پیشہ بھی کروا سکتا تھا۔ اب حدود آرڈیننس سے عورت کو بھی بدکاری کرنے پر سزا کا حق دار قرار دے دیا گیا۔ یہ وہ تکلیف ہے جو تہذیبِ مغرب کے ان اسیروں کو بے چین کررہی ہے اور یہ سارا شور اس لئے ہے کہ زناکاری و بدکاری کو دوبارہ سندِ جواز مل جائے اور اس کے لئے تمام مال وزر اور مواد مغرب کی طرف سے فراہم ہورہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ملک میں روزافزوں پولیس دھاندلی اور کرپشن کے نتیجے میں واقعی عورتوں پر ظلم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوتا ہے تو یہ مردوں پر بھی ہوتا ہے، اس میں حدود آرڈیننس کا زیادہ دخل نہیں بلکہ بے لگام پولیس اور کرپٹ انتظامیہ کا قصور زیادہ ہے۔

اگر حدود آرڈیننس میں کوئی سقم ہے تو اس کا علاج یہ قرآنی اصول ہے: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيىءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (النساء:۵۹) ''جب تمہارا کسی چیز میں جھگڑا ہوجائے تو اسے اللہ اور اسی کے رسول کی طرف لوٹا دو۔'' اور ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللهِ﴾ (الشوریٰ:۱۰) ''جس چیز میں تمہارا اختلاف پڑ جائے تو وہاں اللہ کا ہی فیصلہ معتبر سمجھا جائے۔'' اس قرآنی اُصول کو حدود آرڈیننس میں بطورِ اتھارٹی اور معیار شامل کردیا جائے اور کتاب وسنت کے مطابق ہونے کا فیصلہ (جو ایک قسم کا اجتہاد ہے) پارلیمنٹ کی بجائے جج کے ہاتھ میں ہونا چاہئے جو درجہ اجتہاد پر فائز قرآن وسنت کے علم اور مہارت کی بنیاد پر کیا جائے۔ اگر ایسا نہیں کیا جاتا تو پھر بھانت بھانت کی یہ بولیاں سننا پڑیں گی کہ جی آرڈیننس میں یہ بات غلط ہے، اسے بدلو۔ فلاں غلط ہے، لہٰذا آرڈیننس کو منسوخ کردو۔

انصاف: اب یہ کہا جارہا ہے کہ چار گواہوں کے بغیر مقدمہ درج نہیں کیا جاسکتا اور دوسرا کہ عورتوں کو جیل میں نہیں رکھا جاسکتا؟

مولانا مدنی: حدود آرڈیننس میں گواہوں کی تعداد اور اہلیت کے تعین کے متعلق ماضی میں بھی ایک فیصلہ عدالت ِعالیہ کرچکی ہے۔ (۱۹۹۲ء، کریمنل لاء جرنل، ص۱۵۳۰) مقدمہ درج کرنے سے قبل اس طرح کی شرطیں یا اس قسم کی آرا مروّجہ قوانین کے ماہرین کی نظر میں بالکل بے وقعت ہیں۔ ایک رائے میں دیتا ہوں اور چند آرا آپ قانون سے ناواقف دوسرے لوگوں سے لے لیں، لیکن اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں نکلے گا کہ پہلے سے موجودہ اَن گنت آرا میں بعض مزید آرا کا اضافہ ہوجائے گا۔ قانونی ماہرین کے لیے بھی ایسے مسائل کے حل کیلئے وہی رہنما اُصول ہے جو قرآن نے بیان کردیا ہے کہ ''اللہ ورسول کی طرف لوٹا دو۔'' (النساء:۵۹)

آپ توجہ فرمائیں کہ ہماری اسلامی فقہ کے ایک ایک مسئلہ میں اکابر ائمہ کرام کی آرا بھی مختلف ہو جاتی ہیں، ہم جن کے پاؤں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہیں۔ دنیا بھر کے اہل علم اپنے فتویٰ میں کتاب وسنت کا یہی اُصول استعمال کرتے ہیں جو سورۃ النساء میں بیان ہوا

© rasailojaraid.com

ہے۔ ہمارے ہاں بھی سپریم کورٹ (شریعت بنچ) یا فیڈرل شریعت کورٹ میں جب کوئی قانون زیر بحث آتا ہے کہ آیا وہ قرآن وسنت کے مطابق ہے یا نہیں تو جج اسی اُصول کے تحت فیصلہ کرتا ہے کہ کون سی رائے 'کتاب وسنت' کے مطابق ہے اور کون سی نہیں؟ جب پہلے آپ کے پاس ایک طریق کار موجود ہے تو اسے ہر معاملہ میں عام کردیا جائے۔ یہی اصل حل ہے، حدود آرڈیننس کو حدود اللہ بنانے کا۔ ہر جج کو اسی طریقہ کار کے مطابق کام کرنے دیا جائے لیکن اس کے لئے پہلے ججوں کی تقرری (Selection) اور تعیناتی کا بھی شرعی معیار مقرر کرنا ضروری ہوگا، چنانچہ ضروری ہے کہ موجودہ اور آئندہ مقرر ہونے والے ججوں کو اس معیار کے مطابق تیار کیا جائے۔

انصاف: اس وقت بجٹ اور دیگر کئی اہم ایشوز زیر بحث ہیں تو ان حالات میں حدود کی بحث کو شروع کرنے کا مقصد کیا ہے؟

مولانا مدنی: اس وقت ہمارے ملک کا پورا نظام دگرگوں ہے۔ اگرچہ اقتصادی نظام، سیاسی نظام تو سب پہلے ہی مغرب سے درآمد شدہ اور اس کے زیر اثر چل رہا ہے، لیکن مغرب کے برعکس محکوم ہونے کے ناطے ہماری عدلیہ، مقنّنہ، انتظامیہ، فوج، بیوروکریسی اور ہر محکمہ کرپشن کی زد میں ہے۔ ان تمام مسائل کو نظر انداز کرکے حدود آرڈیننس کو میڈیا پر اُچھالنے کی وجہ یقیناً یہی ہے کہ سیاست اور معیشت کی طرح ہم اپنی معاشرت کو بھی مغربی تہذیب کے سامنے سرنگوں کردیں اور یہی اس وقت مغرب کی ہم سے ڈیمانڈ ہے اور اس مقصد کے لئے وہ ہمارے بعض نام نہاد علما یا دانشوروں کو خرید رہا ہے۔

ہمارے ہاں جو این جی اوز کا جال بچھا ہے، ان کو پیسہ کہاں سے ملتا ہے؟ ڈاکٹر محمد فاروق کی 'حدود آرڈیننس کا تنقیدی جائزہ' کے نام سے ایک معمولی کتاب شائع کرنے کے لئے مبینہ طور پر ایک این جی او (عورت فاؤنڈیشن) کو سات کروڑ روپیہ آخر کس نے دیا؟ اخبارات کے کئی کئی صفحات اور ٹی وی چینل جو اس مقصد کے لئے سرگرم ہے، ان کو فنڈنگ کون کررہا اور کیوں کررہا ہے؟ اور ایک ٹی وی چینل شاہراہوں پر بڑے بڑے بورڈ کیوں لگا رہا ہے؟ حالانکہ شاہراہوں پر اشتہار بازی صحافتی دائرۂ کار میں کبھی شامل نہیں رہی۔ اس کے پیچھے کس کا

© rasailojaraid.com

ہاتھ ہے؟ یقیناً مغرب اور اس کے اشاروں پر ناچنے والوں کا، جو چاہتے ہیں کہ زنا بالرضا کے ثبوت کے لئے ایسی شرطیں عائد کردی جائیں کہ وہ جرم ہی نہ رہ جائے اور اگر رہے بھی قابل مؤاخذہ نہ ہو۔ اور زنا بالجبر کو حرابہ (المائدۃ:۳۳) کے تحت داخل کرکے اس کو قابل راضی نامہ بنا کر عملاً اس کی سزا کو ختم کردیا جائے کیونکہ اس سے اگلی آیت ﴿إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ﴾ سے یہی ثابت ہوتا ہے بلکہ اس سے تو یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر مجرم گرفتار ہونے سے قبل توبہ کرلے تو بے چاری عورت سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے اور نہ زنا بالجبر کا شکار ہونے والی عورت کو راضی کرنے کی ضرورت ہے حالانکہ زنا بالجبر کا 'جرم حرابہ' سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ زنا کی سزا قرآن وسنت میں واضح طور پر بیان کردی گئی ہے، اس میں سے زنا بالجبر کو خاص کرکے 'حرابہ' کے تحت داخل کرنے کی کوئی دلیل کتاب وسنت میں موجود نہیں ہے، نہ خلفاءِ راشدین کے دور میں اس کی کوئی مثال ملتی ہے۔

لہٰذا یہ ایک کھیل ہے جو ایک منظّم سازش کے تحت شروع ہوا ہے۔ حدود آرڈیننس پر آج کل اُچھالے جانے والے تمام اعتراضات کے جوابات ہم اپنے مجلّے ماہنامہ محدث میں شائع کرتے رہے ہیں۔ میرا موقف تو یہی ہے کہ اصل نکتہ کو مضبوطی سے تھامیں اور حدود آرڈیننس کی جزئیات پر عوامی آرا جمع کرنے کی بجائے اصل شرعی بنیاد پر لوگوں کو جمع کریں۔ حل یہی ہے کہ عوام کی بجائے کتاب وسنت کی مطابقت کا اختیار عدلیہ کو دیا جائے، نہ کہ پارلیمنٹ کو کیونکہ جج بہرحال اعلیٰ علمی صلاحیت کی بنیاد پر تو متعین ہوتا ہے جبکہ اراکین پارلیمنٹ صرف ایک حلقہ کے اکثر عوام کے ووٹ سے منتخب ہوتے ہیں، اُنہیں پورے ملک کا نمائندہ نہیں کہا جا سکتا کجا یہ کہ وہ الہامی شریعت کے نمائندہ قرار پائیں۔

انصاف: لیکن آج ہمارے جج حضرات بھی جس طرح کے آتے ہیں وہ بھی تو سامنے ہے؟

مولانا مدنی: یہ درست ہے کہ عدلیہ کی تقرری میں بھی کرپشن پائی جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ عدلیہ کی شرعی تعلیم وتربیت کا اہتمام کریں تو یہ کرپشن بھی آہستہ آہستہ ختم ہوجائے گی۔ پوری طرح نہ سہی تو اس کمی کا اثر خاص خاص کیسوں کے اندر ایک محدود حد تک رہ جائے گا۔ ایسی عدلیہ کو جیسے پہلے بھی دوسرے معاملات میں گوارا کیا جارہا ہے اور ان کے فیصلوں کو تسلیم

© rasailojaraid.com

کیا جارہا ہے، ایسے ہی حدود کیسوں میں بھی چلایا جاسکتا ہے۔ پھر یہ تو ایک عبوری دور ہے اور عبوری دور کی کئی مجبوریاں ہوتی ہیں۔

آپ کہیں گے کہ جج اجتہاد کرنے کے قابل نہیں، میں کہتا ہوں کہ قرآن وسنت کی اتھارٹی قائم کردو اور پھر اس کے مطابق ججوں کی ٹریننگ شروع کردو اور اس دوران جو عبوری دور ہوگا اس کو ایک خاص وقت تک برداشت کیا جائے جیسا کہ آج برداشت ہورہا ہے، ساتھ ساتھ علماے دین اور بار کے وسیع المطالعہ قانون دانوں کا تعاون چلتا رہے۔ اصلاحِ احوال کی ایسی کوششیں جاری رہنا چاہئیں۔

انصاف: حدود آرڈیننس کے سلسلہ کی اُلجھنیں اور ان کا حل آپ نے بیان کردیا ہے۔اب ہم 'جیو' کی بجائے درست سوالات تیار کرسکتے ہیں۔

مولانا مدنی: جنگ کے نمائندہ عبدالمجید ساجد نے مجھ سے انٹرویو لیتے وقت یہ کہا کہ یہ سب غلط پروپیگنڈہ ہورہا ہے۔ ہم اصل صورتِ حال سے لوگوں کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ ہم آپ کا انٹرویو مکمل شائع کریں گے،لیکن جب جنگ کا جمعہ ایڈیشن آیا تو ایک دو باتیں ذکر کرنے کے علاوہ باقی تمام انٹرویو چھوڑ دیا گیا۔جیسا کہ میں نے ذکر کیا کہ جنگ اور جیو نے یہ سوال غلط ترتیب دیا ہے کہ کیا حدود آرڈیننس حدود اللہ ہیں؟ آپ اس کی بجائے یہ سوال لے کر آگے بڑھائیں کہ ''ہم حدود آرڈیننس کو حدود اللہ کیسے بنائیں'' اور مخالفین سے پوچھیں کہ یہ جو تم اس میں ترمیم واصلاح کی سفارشات پیش کررہے ہو کیا اس سے یہ آرڈیننس خدائی بن جائے گا،یعنی کیا اس طرح حدود آرڈیننس حدود اللہ بن جائے گا؟ نیز اس مسئلہ میں ہمارے ملک کے دستور وقانون اور Anglosaxon Law کے طریقہ کار کو بھی پیش نظر رکھا جائے اور اسی کے تناظر میں سوالات کیے جائیں۔

دیکھیں یہ سفارش پیش کی گئی ہے کہ اگر عورت زنا بالجبر کی FIR درج کراتی ہے اور پھر اسے ثابت نہیں کرسکی تو اسے تو خود بخود قذف کی سزا نہیں ہوگی بلکہ اس کے لئے علیحدہ کیس دائر کرنا پڑے گا۔لیکن اگر زنا بالرضا ہو اور مدعی FIR کے وقت چار گواہوں کو لانے میں کامیاب نہ ہوسکے تو کیس دائر کرنے والے پر فوراً قذف کی سزا لاگو ہوجائے گی اور الگ کیس

© rasailojaraid.com

دائر نہیں کرنا پڑے گا۔ حالانکہ ہمارے دستور کا بنیادی ڈھانچہ ہی عورت اور مرد میں ایسے امتیاز کی اجازت نہیں دیتا۔ دراصل قذف کی الگ FIR کی وجہ یہ ہے کہ حدود آرڈیننس ایک قانون نہیں بلکہ پانچ قوانین ہیں۔یعنی جرم زنا آرڈیننس VII الگ ہے اور جرم قذف آرڈیننس VIII ایک مستقل قانون۔

انصاف: یعنی حدود آرڈیننس پانچ علیحدہ علیحدہ آرڈیننسوں کا مجموعہ ہے؟

مولانا مدنی: ہاں، بالکل ایسا ہی ہے کہ پانچوں الگ الگ قوانین ہیں۔ زنا کا الگ ہے، قذف کا الگ اور شراب کا الگ وغیرہ وغیرہ اور ہمارے ملک کے عام قانونی طریق کار کی مجبوری یہ ہے کہ جب ایک قانون کے تحت پرچہ درج ہوتا ہے تو دوسرے قانون سے متعلقہ کیس کی اس پرچے میں سزا نہیں ہوسکتی۔ پھر یہ کہنا کہ زنا بالرضا ثابت نہ ہونے کی صورت میں قذف کی سزا خود بخود لاگو ہوجائے گی، اسطرح تو پورے دستور/قانون کا تیا پانچہ کرنا پڑتا ہے۔

انصاف: یہ نکتہ انتہائی اہم ہے!!

مولانا مدنی: بالکل، یہ دستوری مجبوری ہے اور بنیادی حقوق کے اعتبار سے امتیازی قانون بھی جس سے پورا قانونی طریق کار متاثر ہوگا۔

انصاف: مجلس عمل (MMA) نے جو موقف اختیار کیا ہے کہ حدود آرڈیننس شریعت کے مطابق ہے، ہم کسی کو چھیڑنے نہیں دیں گے۔ اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

مولانا مدنی: اصل میں ان کے سامنے اس کی روح ہے جو انتہائی مقدس ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم اِس کو بدلنے نہیں دیں گے۔ دیکھیں ایک ہوتی ہے کسی چیز کی روح اور ایک ہیں اس کے الفاظ۔ اس قانون کی روح یہ ہے کہ زنا بالرضا ہو یا زنا بالجبر، ہر دو صورتوں میں وہ حرام اور ناقابل معافی جرم ہے۔ وہ اس کی روح کی بات کررہے ہیں کہ اسے نہیں بدلنا چاہئے۔ باقی رہے الفاظ تو اگر ان پر قرآن وسنت کی چھتری موجود ہے تو ان میں تبدیلی ہوسکتی ہے۔ تمام ائمہ کرام کی فقہ ہمارے لئے سرمایہ ہے۔ قرآن وسنت کی چھتری تلے ہم ان تمام سے استفادہ کررہے ہیں۔ مجلس عمل والوں کو دراصل یہ خطرہ ہے کہ حدود آرڈیننس کو ایک سازش کے تحت ختم کرنے اور زنا کو سندِ جواز مہیا کرنے کا منصوبہ تیار ہے۔ اس لئے وہ سمجھتے ہیں کہ ان

حالات میں حدود آرڈیننس کو چھیڑنا کسی طور بھی مناسب نہیں ہوگا۔

انصاف: سمیعہ راحیل قاضی سے ہماری بات ہوئی۔ وہ یہی کہتی ہیں کہ ان حالات میں اس قانون کو چھیڑنا ہی اس کو ختم کرنے کے مترادف ہے۔کیونکہ ان لوگوں کے پاس اکثریت ہے اور یہ لوگ نیک نیت بھی نہیں ہیں۔

مولانا مدنی: میں سمجھتا ہوں کہ حدود آرڈیننس میں قصاص ودیت آرڈیننس کی دفعہ ۳۳۸/ایف سے زیادہ واضح کتاب وسنت والی بنیاد کا اضافہ ضرور ہونا چاہئے تاکہ اس قانون پر جب بھی کوئی اعتراض یا اس میں سقم سامنے آئے تو اسے قرآن وسنت پر پیش کیا جاسکے اور یہ کام اعلیٰ عدلیہ کے قاضی حضرات کے ذریعے ہو جو خود بھی قرآن وسنت کے ماہر اور درجہ اجتہاد پر فائز ہوں یا وہ علما کی راہنمائی میں ایسا کریں۔ جیسا کہ قصاص ودیت آرڈیننس میں دفعہ ۳۳۸/ایف کے بارے میں میں بعض اہم فیصلوں کا ذکر کر چکا ہوں۔ ہمارے ملک کے رواج کے مطابق قانون سازی (Legistation) ہماری مجبوری بن چکی ہے۔اس پر اگر قرآن وسنت کی اتھارٹی قانوناً قائم ہوگی تو پھر کوئی خطرہ نہیں ہے۔

میری تجویز کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تک ہمارے پاس قرآن وسنت موجود ہے، اس وقت تک تمام ائمہ کی فقہ بھی ہمارے لئے قیمتی سرمایہ ہے اور شریعت کی قانون سازی کی کمزوریوں کا حل بھی موجود ہے۔ ورنہ ان شرعی آرڈیننسوں کو قرآن وسنت سے الگ کر دیں تو یہ سب بگاڑ ہی بگاڑ ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ تمام قوانین پر قرآن کریم کا یہ اُصول قائم رہے ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ ''جب کسی مسئلہ میں تمہارا کوئی نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کے سامنے پیش کرو۔'' اس طرح ہمارے تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ یہی وہ شرعی طریقہ کار ہے جو چودہ صدیاں چلتا رہا ہے، اس کے احیا کی ضرورت ہے۔یہی بات جسٹس ناصر اسلم زاہد نے بھی کہی کہ '' حدود آرڈیننس کو قرآن کے مطابق بناؤ۔'' ورنہ وہی کچھ ہوتا رہے گا جو جسٹس (ر) ڈاکٹر جاوید اقبال نے کہا کہ

''لوگوں کو راضی رکھنے کے لئے ہمیں قانون تو بنانے پڑتے ہیں، لیکن ان کو مؤثر اور قابل عمل نہیں رکھا جاتا۔ان کی حیثیت زیبائشی اور آرائشی قوانین کی ہوتی ہے۔ یہ منافقت اس لئے ضروری ہے کہ ہم علما کو بھی ناراض نہیں کر سکتے، لیکن اسلامی قانون کو مؤثر بھی نہیں کر سکتے۔''

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com